خطبۂ صدارت

صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس الہ آباد

منعقدہ

۲۰، ۲۱ جون سنہ ۱۹۶۴ء

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

شائع کردہ

مجلس استقبالیہ صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس الہ آباد

مطبوعہ

تنویر پریس باغ گونگے نواب

لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

باسمہ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی!

امابعد!

حاضرینِ جلسہ، رفقائے کار و شرکاء سفر!

ہم آپ عرصہ کے بعد جمع ہوئے ہیں تاکہ اس پر غور کریں کہ ہندوستان کے جدید تعلیمی نقشہ میں ملّتِ اسلامیہ کو اپنے ذہنی، اقتصادی اور تہذیبی تسلسل کو باقی رکھنے کا کہاں تک موقعہ ہے؟ کون سی مشکلات اس راہ میں حائل ہیں؟ اُن کو دُور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے لئے مسلمانوں کو کس طرح کی جدّ و جہد کرنے کی ضرورت ہے؟ اس کے کتنے حصّہ کا تعلق حکومت اور سرکاری محکمۂ تعلیم سے ہے اور کتنے حصّہ کا تعلق خود اپنے عزم و ارادہ، ایثار و قربانی اور تنظیم و تعاون سے ہے؟ انھی حقائق و مقاصد نے "دینی تعلیمی کونسل" کو وجود بخشا اور اسی نقطۂ آغاز سے اُس نے اپنا سفر شروع کیا، اس وقت تک اُس نے اپنے سفر کی کتنی منزلیں طے کیں؟ کتنے مقاصد میں اُسے کامیابی حاصل ہوئی؟ کتنا کام ہوا؟ کتنا باقی ہے؟ تازہ اور جدید تعلیمی مسائل و مشکلات کیا ہیں؟ اُن کو حل کرنے کے لئے ہمیں کن فیصلوں اور تیاریوں کی ضرورت ہے؟ انھیں مسائل پر غور کرنا،

www.abulhasanalinadwi.org

صورت حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا' دیانت داری کے ساتھ اپنا احتساب کرنا' جرأت کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنا' اور ہمّت اور خلوص کے ساتھ آیندہ کے لئے فیصلے کرنا یہی اس دعوت کا مُدّعا' اس وقت کا حاصل' اس زحمت کشی کا فائدہ اور اس مجلس کا موضوع سخن ہے۔

حضرات! تعلیمی مسئلہ کا سارا تعلق زندہ انسانوں اور خصوصیت کے ساتھ بچوں اور نوجوانوں سے ہے' سارے تعلیمی فلسفے اور تعلیمی افکار و نظریات سب اس پر مبنی ہیں کہ انسان موجود اور محفوظ ہو' اُس کو اپنی زندگی کی طرف سے اطمینان ہو' انسانی زندگی کی قدر و قیمت کے احساس' اُس کے تقدس کے اعتقاد' اور اس عقیدہ نے کہ انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصود اور اس کائنات کا سب سے زیادہ بیش قیمت وجود ہے' اور اُس کے اندر بہتر سے بہتر بننے کی بہترین صلاحیت ہے۔ دنیا کے ذہین ترین اور لائق ترین انسانوں کو انسانوں کی تعلیم و تربیت میں محنت صرف کرنے پر آمادہ کیا۔ اور اُن کی ذہنی صلاحیتوں اور اُن کے ذہن و دماغ کے سوتوں کو چھیڑا' اور وہ تمام تعلیمی فلسفے اور تعلیمی نظام وجود میں آئے جن پر قدیم و جدید دنیا کو فخر ہے تاریخ کے قدیم ترین دور سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک جس چیز نے علم کی شمع روشن رکھی اور لاکھوں انسانوں نے اپنی بہترین طاقتیں سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں صرف کیں' وہ خدا کی یہ نعمت ہے کہ اچھے انسان' انسان سے مایوس نہیں ہوئے۔ اُنھوں نے اُس کو ناقابلِ علاج مریض اور ناقابلِ اصلاح حیوان نہیں سمجھا' وہ کبھی اس کے وجود سے ایسے متنفر نہیں ہوئے کہ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے روادار

نہ ہوں' اُنھوں نے کبھی اُس کے بہتر بننے کے امکان اور اُس کے زندہ رہنے کے استحقاق کا انکار نہیں کیا' تعلیم کا چراغ بے تیل بتّی کے جل سکتا ہے۔ بادِ صرصر کے جھونکوں میں اور طوفان کے تھپیڑوں میں فروزاں رہ سکتا ہے اور تعلیم کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمّت والوں اور انسانیت کا درد رکھنے والوں نے برسوں بے تیل بتّی کے اپنا چراغ روشن رکھا' اُنھوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر مسلسل فاقے کر کے بغیر کسی عمارت کے' درختوں کے نیچے بیٹھ کر جنگلوں اور بیابانوں میں' کڑاکے کے جاڑوں کی راتوں میں اور تپتی ہوئی دوپہریوں میں تعلیم دی۔ اور بڑے بڑے عالم' مصلح اور معلّم پیدا کئے' ان میں سے کوئی چیز ان کی ہمّت توڑنے اور اُن کو اُن کے مقدس کام سے روکنے کے لئے کافی نہ تھی۔ اُن کی غیر مختتم قوتِ مقابلہ کا راز اور اُن کی حیرت انگیز قوتِ عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ انسان کو دستِ قدرت کا شاہکار سمجھتے تھے۔ اُن کو انسان کی فطرتِ سلیم پر یقین و اعتماد تھا۔ اُن کو یقین تھا کہ انسان کے لئے بُرائی عارضی اور بھلائی اصلی اور فطری ہے' اُن کو یقین تھا کہ وہ انسان پر جو محنت کریں گے وہ کبھی نہ کبھی رنگ لائے گی' اُن کے عقیدہ میں اس باغ کی ہر کلی کو کھلنا اور حسین پھول بننا چاہیئے' عالمِ انسانی میں کوئی چیز اس سے زیادہ خطرناک اور تشویش انگیز نہیں کہ انسان' انسان سے نا اُمید ہو جائے اور اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ اس نفرت و یاس کے جنون میں معصوم بچوں پر دست درازی کرے' اور غنچوں کو کھلنے اور مسکرانے سے پہلے ہی مَسل کر رکھ دے تعلیم کا نشیمن جس شاخ پر قائم ہے اور ہمیشہ جس شاخ پر قائم رہے گا' وہ انسانی زندگی کا تحفظ تھا اور امید و اعتماد کی فضا ہے اس لئے نشیمن کی تعمیر و تزئین

www.abulhasanalinadwi.org

منصوبوں، اور اُس کی ترتیب وتنظیم کی تجویزوں اور بحثوں سے پہلے اس شاخ کی حفاظت ضروری ہے۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ کلکتہ، جمشید پور اور راؤرکیلا کے واقعات نے اس شاخ ہی کو خطرہ میں ڈال دیا ہے جس پر یہ نشیمن تعمیر ہوگا اور ہمارے پورے تعلیمی فکر و فلسفہ کو متزلزل کر دیا ہے، ان واقعات نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے اس ملک میں جو کبھی انسان دوستی نہیں بلکہ انسان پرستی میں ساری دنیا میں نام پیدا کر چکا ہے بڑی تعداد میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو انسانیت سے یکسر مایوس ہیں اور انسان کو بہتر بنانے یا راہ پر لگانے کی کوشش کے بجائے (جو پورے تعلیمی فلسفہ کی بنیاد ہے)۔ اس کو ختم کر دینے کی راہ کو زیادہ آسان سمجھتے ہیں، انسان کی سہولت پسندی اور مختصر راستہ کا انتخاب اُس کی پرانی بیماری ہے، اسی آسان پسند اور کام چور طبیعت نے ہمیشہ قتل و غارت گری کی شکل میں اپنا اظہار پسند کیا ہے، لیکن تعلیم و اصلاح کا راستہ ہمیشہ دشوار گزار اور طویل رہا ہے اور ہمیں اسی راستہ کی دعوت دینی ہے اور اسی پر عمل کرنا ہے۔

تازہ واقعات نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ ابھی اس ملک میں سب کچھ کرنا باقی ہے، نظامِ تعلیم کیا ہو؟ کس زبان میں تعلیم دی جائے؟ ہر فرقہ کی روایات، عقائد اور تہذیبی خصوصیات کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ نصابِ تعلیم میں کیا خامیاں ہیں؟ اُنھیں کس طرح دُور کیا جائے؟ ملک میں مکاتب و مدارس کا کس طرح جال بچھایا جائے؟ ان

سب سے پہلے اس ملک میں انسان کی جان کی قیمت کا پہلا سبق پڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے سارا تعلیمی کام اور ملک کی ترقی کی منصوبہ بندی اسی مفروضہ پر کی تھی کہ اس مُلک کے ہر باشندہ نے یہ سبق پڑھ رکھا ہے اور اُس کو یہ سبق ازبر ہے، لیکن تازہ واقعات اور جمشید پور اور راؤرکیلا میں جس درندگی، آدم کشی اور مردم بیزاری کا مظاہرہ ہوا اُنھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ابھی یہ مُلک اس منزل سے بہت دُور ہے، ان سب لوگوں کا جن کو انسانیت سے محبت اور اس ملک کا درد ہے اور جن کی ساری توقعات اور کوششیں انسانوں ہی سے وابستہ ہیں، فرض ہے کہ وہ اس صورتِ حال کی اصلاح کی کوشش کریں اور اس کی جدّوجہد کریں کہ اس ملک میں ایک متنفس بھی ایسا نہ رہے جس کو انسانی جان اور انسانی وجود کی قدر و قیمت کا احساس نہ ہو اور وہ اس کی حفاظت اپنا فرض نہ سمجھتا ہو۔

ایک خالص تعلیمی موضوع اور مُسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے میری اس تلخ نوائی اور میرے اس طویل جملۂ معترضہ کو آپ بے محل نہ سمجھیں کہ ہماری ساری جدّوجہد، ہمارا سارا غور و فکر اور ملک کے سارے تعمیری کاموں کا دار و مدار اسی پر ہے کہ ملک میں معتدل حالات ہوں، اور ہر وہ چیز جو مُلک کے حالات میں برہمی، انتشار، مایوسی اور جھنجھلاہٹ پیدا کرتی ہے، مُلک کی تعمیر و ترقی اور آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی اعتماد، جذبۂ تعاون، تعمیری جذبہ اور گرمجوشی کو سخت متأثر اور مجروح کرتی ہے اور کام کرنے والوں کی توجہ کو تعمیر و ترقی

www.abulhasanalinadwi.org

کے منصوبوں سے ہٹا کر، اپنی جان، عزت و ناموس کی حفاظت کے مسئلہ میں اور اپنی سلامتی اور بقا کی فکر میں لگا دیتی ہے، اور یہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور انسانیت کی پستی ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر سے اعتماد اُٹھ جائے، اور حقائق اُس کے ولولۂ کار اور ذہانت کو صرف اپنی حفاظت اور دفاع کے مسئلہ پر مرکوز کر دیں اور چند لمحوں میں صدیوں کی امیدوں اور محنتوں پر پانی پھر جائے۔

حضرات! اس بھیانک تاریکی اور انسانیت کی پستی میں اُمید کی ایک کرن نظر آتی ہے وہ یہ کہ ابھی اس ملک میں ایسے انسانیت دوست، دردمند، حق گو، دلیر، شریف النفس اور روشن دماغ افراد موجود ہیں جنھوں نے انسانیت کی اس پستی اور انسانوں کی اس درندگی کے خلاف پوری طاقت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی۔ درحقیقت کسی ملک کی قدر و قیمت اور اس بات کا فیصلہ کہ اُس کو زندہ رہنے اور عزت پانے کا حق حاصل ہے اُس ملک کی آبادی کی کثرت اور عام تعداد پر نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ایسے حق پرست اور حق گو انسانوں کے وجود پر ہے جو غلطی کو بے تأمل غلطی کہہ سکیں، قطع نظر اس بات سے کہ وہ کس سے صادر ہوئی، جو زیادتی کرنے والے کا ہاتھ پکڑ سکیں، جن کی رائے غیر جانبدار اور جن کا فیصلہ بے لاگ ہو، جو اپنی ہر دلعزیزی، اپنے مستقبل اور الکشن کی ہار جیت کے بجائے انسانیت کی عزیز قدروں اور ملک کے سچے مفاد کو دیکھتے ہوں، یہی افراد ملک کی حقیقی دولت اور اُس کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ ہیں اور انھیں سے معاصر قوموں میں اس قوم کی اور دُنیا

کی لکھی جانے والی تاریخ میں اس ملک کی آبرو قائم ہے

مسٹر فرینک انتھونی نے پارلیمنٹ کے اندر اور جے پرکاش نرائن جی نیز شری ناباکرشنا چودھری اور ان کے رفقا نے پارلیمنٹ کے باہر جس جرأت و قوت کے ساتھ بنگال، بہار و اُڑیسہ کے واقعات کے خلاف آواز بلند کی، ان واقعات کی مذمت اور اُن کے ذمہ داروں کو ملامت کی، اور جس طرح انھوں نے انسانیت کی اس پستی پر آنسو بہائے اور ملک کو اس خطرے سے آگاہ کیا جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے ــــ اس سے ہندوستان کا سر اونچا اور مصیبت زدہ انسانوں کا دل ہلکا ہوتا ہے، اور یہ آس بندھتی ہے کہ ان افراد کی حق پسندی اور حق گوئی اس ملک کے لئے چراغِ راہ بنے گی، اور ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھے گی جو محدود فرقوں کے بجائے وسیع انسانیت، اور جذبات کے بجائے عقل کی راہ اختیار کریں گے، سارے تعلیمی اور تعمیری منصوبوں اور بالخصوص اس جدوجہد کی کامیابی کا انحصار (جس کا دارومدار تعداد طاقت اور سیاسی فوائد کے بجائے معقولیت اور حق و انصاف سے اپیل پر ہے) اسی عنصر کے وجود اور طاقت پر ہے جو جرأت و ذہانت کا مالک ہو اور جس نے اپنی صلاحیتِ فکر اور قوتِ فیصلہ کو رائے دہندوں کی مرضی اور اکثریت کے اندھا دھند جذبات کا تابع نہ بنا دیا ہو۔

حضرات! ہندوستان میں مسلمان کے تعلیمی مسئلہ اور مسلمانوں کی بے اطمینانی اور تشویش کے اسباب کے متعلق دینی تعلیمی کونسل کی کانفرنسوں کے خطبوں اور اس دینی تعلیم کی تحریک کے

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں اضافہ کی بہت کم گنجائش ہے۔ جہاں تک دلیل و منطق، استدلال و معقولیت اور علمی پہلو کا تعلق ہے، یہ مسئلہ بالکل بدیہی اور ایک روزمرہ کی حقیقت بن گیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان جو اس ملک کی آبادی کا ایک لازمی اور وقیع عنصر ہیں اپنے بچوں کو اپنے عقیدے، اپنی مرضی اور اپنی ضرورت کے مطابق تعلیم دلانا چاہتے ہیں اور اس طرح وہ نہ صرف اپنے نسلی سلسلہ کو باقی و محفوظ رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اپنے تہذیبی، فکری او لسانی و ادبی سلسلہ کو بھی باقی و محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، انسانوں کے جن حقوق کو دنیا کے ہر تمدن، ہر نظامِ مملکت اور ہر آئین نے تسلیم کیا ہے اور انسان کی جن جائز خواہشات اور تقاضوں کا تاریخ کے قدیم ترین دور میں بھی سُراغ ملا ہے وہ اُس کی یہ خواہش و کوشش ہے کہ اُس کا جانشین اُس کا ہم رنگ اور اس کی ان تمام چیزوں کا وارث ہو جو اُس کو عزیز ہیں، یہی وہ خواہش اور سعی ہے جو انسان کو حیوان، کتے اور بندر اور ریچھ سے ممتاز کرتی ہے، اپنی صفات و کمالات کے بقا و تسلسل کی یہی وہ خواہش و کوشش ہے جس نے انسان کے دل میں آزادی کی تڑپ پیدا کی، اُس کو غلامی اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف جنگ کرنے پر اُبھارا۔ یہی وہ انسانی فطرت ہے جس نے مدرسوں، کتب خانوں اور نشر و اشاعت کے وسائل کی ایجاد و تخلیق کی، اس جذبہ نے شعراء اور ادباء کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار اور اُن کی زبان و قلم کو گلفشاں و گہر ریز بنا دیا، اسی جذبہ سے علمی و ادبی شاہکار ظہور میں آئے، اگر اپنی آیندہ نسلوں تک اپنے افکار و خیالات اور اپنے

صفات و کمالات منتقل کرنے کا بے چین جذبہ نہ ہوتا، یا انسان اُس سے کسی دور میں مایوس ہو جاتا کہ اُس کی آئندہ نسلیں اُس کے ان افکار و خیالات سے یا اُس کی علمی و ادبی کاوشوں سے بے نیاز و متنفر ہوں گی، تو وہ کبھی اس ذوق و شوق کے ساتھ ان کاموں کو انجام نہ دیتا، اُس کی رواں اور دواں، اور اُس کی جہاں کشا اور جہانگیر علمی اور ادبی صلاحیت پر ایسے بھاری قفل پڑ جاتے جن کو کوئی کلید کھول نہ سکتی اور اُس کی بیدار فطرت ایسی میٹھی نیند سوتی جس کو کوئی شور جگا نہ سکتا آپ غور کریں گے تو ایلورا، ایجنٹا، قطب مینار اور تاج محل کی سنگتراشی اور نقاشی کے نمونوں سے لے کر آئینِ اکبری، پدماوت، راماٗن اور دیوانِ غالب تک کے زندۂ جاوید کارناموں میں جو جذبہ کام کرتا رہا ہے اور جس نے اُن کو آب و رنگ اور بقائے دوام بخشا ہے وہ یہ خواہش ہے کہ آیندہ نسلیں ان کارناموں کی وارث ہوں، ان کا لطف لے سکیں، اُن کو سمجھ سکیں اور اپنے اسلاف کی عظمت، اُن کی جانکاہی، اُن کی فاداری اور اُن کی محبت کے قدر شناس ہوں۔ آپ اس جذبہ کو چھین لیجئے اور ایک نسل کے ذہنی سلسلہ کو دوسری نسل سے منقطع کر دیجئے یا دوسرے الفاظ میں کسی قوم یا نسل کو "لاوارث" بنا دیجئے، اس کو کسی طرح یہ محسوس کرا دیجئے کہ اس کے جگر گوشے، اُس کے جانشین، اور اخلاف اس کے کارناموں سے واقف نہیں ہو سکیں گے اور اس سے لُطف نہ لے سکیں گے، اُن کی اور اُن کی آیندہ نسلوں کے بیچ میں زبان کی تبدیلی یا نظامِ تعلیم کے تغیر سے ایک ایسی آہنی دیوار کھڑی ہو جائے گی جس سے وہ ایک دوسرے کو

www.abulhasanalinadwi.org

جھانک کر دیکھ نہیں سکیں گے، اور اُن کے خیالات و عقائد اور روایات کا وہ دھارا جو صدیوں سے بہتا چلا آرہا تھا اس سدِّ سکندری کی وجہ سے اُن تک نہیں پہنچ سکے گا، وہ ایک دوسرے کی زبان سے بیگانہ ہوں گے، ایک دوسرے کے خیالات سے ناآشنا، ایک دوسرے کی قدروں سے منکر و باغی، اور پچھلے اپنے اگلوں کے علمی اور ادبی ورثہ سے محروم ہو کر رہ جائیں گے، تو آپ یقین کیجئے کہ ان تمام علمی و ادبی سرگرمیوں کے قوی ترین اور عزیز ترین محرکات مفقود ہو جائیں گے۔ طبیعت کے بہتے ہوئے سوتے خشک اور جامد ہو کر رہ جائیں گے، اور نہ صرف علم و ادب بلکہ انسانی فطرت پر ایسا ظلم ہوگا جس کا ارتکاب چنگیز و ہلاکو نے بھی نہیں کیا۔

ہندوستان کے اس عظیم ترین فرقہ اور سب سے بڑی اقلیت کا (جو اپنے عقائد، اپنی تہذیب، اپنے اخلاق اور اپنے مسلکِ زندگی کا ایک معین و واضح سانچہ رکھتی ہے اور جس کے ماضی کا تسلسل سب سے زیادہ مستحکم اور واضح ہے) یہ جذبہ اور مطالبہ کہ اُس کے عقائد، اُس کے تصورات، اُس کی خصوصیات اور اس کا مسلکِ زندگی اُس کی آیندہ نسلوں کو منتقل اور اُن کے لئے ممکن الحصول ہو، ہر طرح سے معقول، حق بجانب، فطری اور آئینی ہے، یہ ہر اُس فرقہ کا حق ہے جو اپنے کچھ مخصوص عقائد، تصورات اور مسلکِ زندگی رکھتا ہو بلکہ یہ اُس کا بھی حق ہے جو اس کا مدعی یا خواہشمند ہو، اس لئے کہ یہ آزادی کا سب سے زیادہ شیریں ثمر اور جمہوریت کا سب سے بڑا فائدہ ہے، اشرف المخلوقات انسان کبھی اس سطح پر

اترنے کے لئے تیار نہیں کہ اُس کے گلے میں ایک نازپروردہ کتے کی طرح طوقِ زرّیں ڈال کر اُس کے لئے بہتر سے بہتر راتب کا انتظام اور اُس کی اور اُس کے بچوں کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری لی جائے۔ وہ صرف اپنی نسل کے وجود میں آنے اور باقی رہنے پر قانع نہیں ہو سکتا، وہ اس سے کچھ زیادہ چاہتا ہے اور اسی چاہنے میں اُس کی انسانیت اور عظمت کا راز ہے، وہ اپنے بچوں کو اپنے مسلک کا قائل و عامل اور اپنے اُصول و کردار کا حامل دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس بات کی ضمانت چاہتا ہے کہ جو چیزیں اُس کو جان سے زیادہ عزیز ہیں اور جن کی بقا کے لئے اُس کے اسلاف نے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہے، وہ اُس کی نسل میں قائم رہیں گی، اس لئے مسلمان جیسے عظیم فرقہ کا یہ جذبہ کہ اس ملک کا نظام تعلیم اگر اس ذہنی تسلسل میں اُن کی مدد نہ کرے تو کم سے کم اس میں حارج نہ ہو اور ان کو اس کی اجازت ہو کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے عقیدہ اور اپنی ثقافت (کلچر) کا وارث بنا سکیں، اُن کا یہ جذبہ کہ اُردو جس میں اُن کا بہترین دینی و علمی لٹریچر ہے اور عربی کے علاوہ دنیائے اسلام کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ہے، محفوظ رہے اور مادری زبان ہونے کی وجہ سے کم از کم ابتدائی مرحلہ میں وہی ذریعۂ تعلیم ہو، نصابی کتابوں سے وہ تمام عناصر و اجزا نکال دیئے جائیں جو اُن کے عقیدہ اور اُن کی دینی بنیادوں کی بیخ کنی کرتے ہیں یا اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں، یا اُن کی اہمیت کم کرتے ہیں یہ جذبہ اور مطالبہ ہر طرح سے معقول، فطری اور آئینی ہے، دنیا میں ہر آئین اور ہر جمہوری نظام (خواہ وہ مذہبی ہو یا نامذہبی) اس کی اجازت دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس ملک میں وہ سیاسی تلخی جو

www.abulhasanalinadwi.org

گزشتہ واقعات کا نتیجہ اور ملک کی علمی و ذہنی پسماندگی کا کرشمہ ہے
تیز اندھا دھند جذبات کی وہ تیز رو نہ ہوتی جو نفرت سے لے کر قتل و غارتگری
پر آمادہ کر دیتی ہے اور اس سب کے ماسوا اور اس سب سے بڑھ کر حکمراں
پارٹی کی یہ اخلاقی کمزوری نہ ہوتی کہ وہ اپنے رائے دہندوں کو کسی حال میں
ناراض کرنے اور الکشن کی کامیابی کو مشکوک بنانے کا خطرہ مول نہیں
لے سکتی، اور اپنی پارٹی کو برسر اقتدار رکھنے کے لئے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی
بے اُصولی اور ناانصافی کا ارتکاب کر سکتی ہے، اگر برسر اقتدار پارٹی کی یہ
مصیبت نہ ہوتی تو نظام تعلیم کو مکمل طریقہ پر سیکولر، نا مذہبی اور غیر جانبدار
بنانے اور اُن تمام داخلی و خارجی عناصر و اجزاء کو خارج کرنے میں ذرا بھی دیر
نہ لگتی جو مسلمانوں کے لئے وجہ شکایت ہے، اسی طرح اردو کو کم سے کم یو پی
میں علاقائی زبان بنانے میں اور ان بچوں کے لئے جن کی وہ مادری زبان ہے اس کو ذریعۂ تعلیم
بنانے میں اسکو ذرا بھی تاخیر نہ ہوتی لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہو کہ ہمارا سب سے بڑے قوم پرست
ادارہ (کانگریس) اور اسکی نمایندہ حکومت نے اصول کا محافظ ہونے کے بجائے مصلحت بیں اور موقع پرست
بننا، پیشوا اور متبوع بننے کے بجائے عام رجحان کا پیرو اور تابع بننا پسند کیا
اور قوم کا مزاج بنانے کے بجائے قوم کے مزاج کے مطابق بات کرنے اور عمل
کرنے کو ترجیح دی، مرکز سے لے کر ریاستوں تک اور سیاست خارجہ سے لے کر
تعلیمی و لسانی پالیسی تک ساری خرابیوں کا سرچشمہ اور سب کی گانٹھ یہ ہے کہ
سب سے بڑی صاحب اختیار جماعت کسی اُصول پر جمنا، معقولیت اور
انصاف کو معیار بنانا نہیں جانتی، اور کسی وقت اُس کی نگاہیں آنے والے الکشن
کے نتائج سے نہیں ہٹتیں، خود کانگریس کے عظیم ادارہ کے زوال کا بھی یہی سبب

سے بڑا سبب ہے کہ اس نے انتخابی مصلحتوں اور اکثریت کے جذبات
کو ضرورت سے زائد اہمیت دی ہے، اور اس عظیم و باوقار جماعت میں
چار آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو عوام کی رضامندی اور ناراضگی اور الکشن
کی ہار جیت سے آنکھیں بند کر کے حق و انصاف کی حمایت کے لئے خم
ٹھونک کر کے میدان میں آسکیں، اقلیتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں
کے بارے میں، تعلیم کے مسئلہ میں، اُردو کے معاملہ میں بالکل خُدا لگتی بات
کہیں، ہمارے اس مسئلہ کا سارا اُلجھاؤ اور اس کی ساری دشواری و طوالت
اسی بیمار ذہنیت اور اسی اخلاقی کمزوری کا نتیجہ ہے، ورنہ مسئلہ اتنا واضح
عام فہم اور معقول ہے کہ اس کے سمجھنے میں ایک منٹ کی دیر اور اس کے
حل کرنے میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ اس میں کوئی شبہہ
نہیں کہ ہماری چار سال کی جد و جہد بے نتیجہ اور لاحاصل نہیں رہی اور
ہمارے بعض مطالبات کی طرف توجہ کی گئی ہے جس کی تفصیل جنرل
سکریٹری صاحب کی روئداد میں ملے گی، لیکن مجموعی طور پر تعلیمی مسئلہ
حل طلب ہے اور اس کے لئے مسلسل جد و جہد جاری رکھنے کی ضرورت ہے

حضرات! تعلیمی و سیاسی اور آئینی حیثیت سے اس وقت ہندوستانی
مُسلمان ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہوئے ہیں، یہ وہ دوراہا ہے جہاں
سے ایک راستہ ذلت و غلامی، ملی زوال اور ذہنی و تہذیبی ارتداد کو جاتا
ہے، دوسرا راستہ عزت و سربلندی، ملی ارتقا اور ذہنی و تہذیبی تحفظ
کی طرف، دوسرے راستہ کو اختیار کرنے کے لئے صرف دو چیزوں کی
ضرورت ہے، عزم اور قربانی۔ اس موقع پر ہم کو سلطان شہید (ٹیپو) کا

www.abulhasanalinadwi.org

وہ لازوال و زندہ جاوید جملہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ "گیدڑ کی سو سال کی
زندگی سے شیر کا ایک دن بہتر ہے۔" اپنی تہذیب، اپنی ملی خصوصیات
اپنے دینی و علمی سرمایہ سے محروم ہو کر زندگی گزارنا گیدڑ کی زندگی سے بہتر
نہیں، اس کے لئے اول و آخر آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا اور آپ کے ہی
کے فیصلہ پر ہندوستان کی آیندہ نسلوں کے مستقبل کا انحصار ہے۔ آپ
فیصلہ کے خلوص و صداقت کا معیار یہ ہے کہ آپ اُس کے لئے کتنی دلسوزی
و فکرمندی کا اظہار کرتے ہیں؟ یہ مسئلہ آپ کے دل و دماغ پر کتنا حاوی
ہوتا ہے؟ اس کے لئے آپ کس فیاضی اور ایثار سے کام لیتے ہیں جو کہ
ملت کو دائمی زوال سے بچانے کے لئے یہ نہایت ادنیٰ اور حقیر کام ہے
بڑے سے بڑے سرمایہ کو اس مقصد کا تابع بنا دیا جائے، کسی ملت کی
انتہائی بدقسمتی ہے اور اُس کی قسمت پر مُہر لگی ہوئی ہے جس کی حفاظت
و بقا کی کوئی تحریک محض اس وجہ سے ناکام رہے یا سُست رفتاری کے
ساتھ چلے کہ ضروری مالی وسائل اُس کو فراہم نہیں، یا اُس کے کارکنوں
میں جوشِ عمل اور ولولۂ کار نہیں، ہر وہ شخص جس کا خُدا اور رسولؐ پر
ایمان ہے وہ یقین کرتا ہے کہ مُسلمان کی دولت کی قیمت و افادیت یہی
ہے کہ وہ اسلام کے کام آئے، نہیں تو وہ قارون کا خزانہ اور دنیا میں
رسوائی اور آخرت میں مواخذہ کا سامان ہے، افسوس ہے کہ ہندوستان
کی ملتِ اسلامی نے اپنی تاریخ کے اس نازک ترین دور میں ابھی تک
اس کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ اس خطرہ سے آگاہ اور مستقبل کے لئے فکرمند
ہے [illegible]

خالی، اور اس کے سرمایہ دار ایثار و قربانی سے عاری ہیں، ابھی تک حقیر
و طفلانہ مقاصد میں، تقریبات و تفریحات میں، نام و نمود میں، حکام کی
جھوٹی خوشامد میں، کھوکھلے دینی جذبات کی عامیانہ تسکین میں، یا اُن رواجی
کاموں میں جو کسی ملت کی زندگی میں کوئی قابلِ ذکر فائدہ نہیں پہنچاتے،
مسلمانوں کی بے دریغ دولت صرف ہو رہی ہے۔ جھنجھوڑنے والے واقعات
اور حالات کے صورِ اسرافیل نے بھی ابھی تک اُن میں حقیقی بیداری اور ان
کی زندگی میں گہری تبدیلی نہیں پیدا کی اور اُن کے سرمایہ داروں نے ابھی
تک قرآن کی آیتِ مبین " وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم
الی التھلکۃ (اللہ کے راستہ میں خرچ کرو (اور ہاتھ روک کر) اپنے ہاتھوں
ہلاکت میں نہ پڑو) پر عمل کرنا تو درکنار غور بھی نہیں کیا، اور ملت کے
احیاء و بقا کی کسی تدبیر و سعی کے لئے کسی حقیقت پسندی اور بلند ہمتی کا
ثبوت نہیں دیا، ہمارا تعلیمی مسئلہ اور ملت کی حفاظت و استحکام کے بہت
سے منصوبے وسائل کی کمی کی وجہ سے یا تو شروع نہیں ہو سکے یا تشنہ
و نامکمل پڑے ہوئے ہیں۔ یہ صورتِ حال نہایت تشویشناک ہے، اگر
خُدانخواستہ ملت، ملت کی حیثیت سے باقی نہ رہی تو پھر افراد کا وجود
محض حیوانی وجود بن کر رہ جائے گا جس پر نہ کسی صاحبِ ضمیر کو مسرت کا
موقعہ ہے اور نہ وہ کسی عزت کا مستحق ہے۔"

حضرات! میں آپ سے اپنی تلخ نوائی کی معافی مانگنے اور اس پر
معذرت کرنے کے بجائے اس پر متأسف و نادم ہوں کہ میں اس سے
زائد تلخ نوائی کی جرأت نہ کرسکا اور میری قوتِ بیانی نے میرے دردِ دل

www.abulhasanalinadwi.org

کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ کا شاکی ہوں، لیکن خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں، اپنی کوتاہیوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے لیکن اس ملک میں ملتِ اسلامیہ کی تاریخ، اس ملک کی موجودہ صورتِ حال اور اسلام کے پیغام کی ابدیت مجھ سے کہتی ہے کہ مسلمانوں کو اس ملک میں رہنا ہے اور اپنا مقدس اور ضروری کام کرنا ہے کہ نہ تو اس کام کا کوئی بدل ہے اور نہ آپ کا ابھی تک قائم مقام پیدا ہوا ہے اس لئے ابھی تک اقبال کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ؎

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم و خلیل

www.abulhasanalinadwi.org